۵

اللہ تعالیٰ کے سِوا کسی سے نہ ڈرو

(فرمودہ ۳۱؍جنوری ۱۹۳۶ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں آج گلے کی تکلیف کی وجہ سے زیادہ بول نہیں سکتا اس لئے اختصار کے ساتھ انسانی اخلاق کی ایک ایسی خصوصیت کی طرف جماعت کو توجہ دلاتا ہوں جس کو زیرِنظر رکھنا ہر انسان کیلئے ضروری ہے۔ ہمارے ملک میں عام طور پر انسانی فطرت کی خصوصیات کا مطالعہ اور ان کی حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کی بہت ہی کم عادت ہے۔ بعض بڑے بڑے تعلیم یافتہ آدمی اس بات کو نظرانداز کر دیتے ہیں کہ بنی نوع انسان کی کامیابی اور ترقی کا راز انسانی فطرت کی باریکیوں سے آگاہی حاصل کرنے میں مستور ہے۔ اوّل تو لوگ ان سارے افعال سے ہی جو دماغ کرتا ہے واقف نہیں ہوتے اور اگر واقف ہوں تو چند اصطلاحات کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں۔ مثلاً لوگ جانتے ہیں کہ انسان محبت کرتا ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ محبت بیسیوں قِسم کی ہوتی ہے اور محبت کا ظہور سینکڑوں رنگوں میں ہوتا ہے اسی طرح غصے کی بھی سینکڑوں اَقسام ہیں۔ لوگ جانتے ہیں کہ انسان کے اندر غیرت ہوتی ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ غیرت کی کتنی اَقسام ہیں، لوگ جانتے ہیں کہ جرأت ایک صفت ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ بہادری کی کتنی اقسام ہیں اور یہ کہ بالکل ممکن ہے کہ ایک شخص کے اندر بہادری کی بعض اقسام پائی جائیں اور بعض نہ پائی جائیں۔ پس لوگ چند ناموں کو جانتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ وہ ایک ہی چیز کے نام ہیں ان کی قِسموں سے وہ واقف نہیں ہوتے۔ جس طرح

بیل کا لفظ جب کوئی بولے تو ایک خاکہ سا تو ہر انسان کے ذہن میں آ جاتا ہے لیکن صرف ماہرِ فن ہی بیل کا لفظ سن کر اس کی مختلف اقسام اور ان کے فوائد اور خصوصیات کو ذہن میں لا سکتا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ میں ایک دفعہ بہشتی مقبرہ کی طرف سے واپس آ رہا تھا کہ رستہ میں مَیں نے کچھ بیل دیکھے جو مجھے بتایا گیا کہ یہ بیچنے کیلئے ہیں۔ میرے ساتھ ایک اور دوست تھے میں نے ان سے کہا کہ بیلوں والے سے ذرا دریافت کریں کہ اِن بیلوں کی اوسط قیمت کیا ہے؟ اور اوسط معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ اور بڑی سے بڑی قیمت کا اندازہ کر لیا جائے لیکن وہ دوست ان باتوں سے ناواقف تھے اِس لئے انہوں نے جا کر بیلوں والے سے پوچھا کہ ایک بیل کی کیا قیمت ہے؟ اِس پر اُس نے جواب دیا کہ آپ کون سے بیل کی قیمت معلوم کرنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ایک بیل کی قیمت بتا دو۔ اُس نے پھر پوچھا کہ کون سے بیل کی؟ انہوں نے پھر وہی سوال دُہرا دیا کہ کہہ تو رہا ہوں ایک بیل کی کیا قیمت ہے؟ اس پر بیل کا مالک بولا کہ میں کس بیل کی بتاؤں؟ اِس گلّہ میں ایک سَو کا بھی بیل ہے اور دو اڑھائی سَو قیمت والا بھی۔ اس پر میں نے بھی اُس دوست کو سمجھایا کہ سب بیلوں کی ایک قیمت نہیں ہوتی۔ پوچھنا یہ چاہئے تھا کہ کس قیمت سے لے کر کس قیمت تک کے بیل ہیں مگر آپ جس رنگ میں پوچھ رہے ہیں اس کا وہ کیا جواب دے۔ وہ ایک قیمت بتا دے اور آپ اچھے سے اچھا بیل منتخب کر کے کہیں کہ یہ اِس قیمت میں دے دو۔

غرض جس طرح حیوانات اور جمادات اور نباتات کی قیمتیں ہوتی ہیں اسی طرح اخلاق کی بھی کئی اقسام ہوتی ہیں اور ہر قسم پھر کچھ مدارج اور ممتاز کیفیات رکھتی ہے۔ مثلاً محبت ہے یہ جذبہ بھی اپنے اندر بہت سے اختلاف رکھتا ہے۔ میں اِس وقت محبت پر کوئی مضمون بیان نہیں کر رہا صرف ایک موٹی بات بیان کرتا ہوں کہ بعض لوگ بچوں پر جان قربان کر دیتے ہیں۔ یہ بھی محبت کی ایک قسم ہے لیکن وطن، حکومت اور مذہب کیلئے قربانی کا سوال ہو تو وہ کوئی پرواہ نہ کریں گے۔ اسی طرح بعض لوگ محبت کی وجہ سے مالی قربانی کیلئے تیار ہو جائیں گے مگر جانی قربانی نہیں کر سکیں گے۔ یا جانی قربانی کیلئے تو تیار ہوں گے مگر مالی قربانی کیلئے قطعاً تیار نہیں ہوں گے۔ جس سے معلوم ہوُا کہ محبت کے بھی کئی مقام ہوتے ہیں جہاں کھڑا ہو کر انسان نئی قسم کا نظریہ حاصل کرتا ہے۔ پس ہم جب محبت

کا لفظ بولتے ہیں تو اِس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ یہ ایک چیز کا نام ہے اور محبت ہر ایک شخص میں ایک ہی قسم کی پائی جاتی ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ جذبہ بحیثیت جنس اس میں پایا جاتا ہے لیکن اس کی کون سی قسم اس میں پائی جاتی ہے یہ بات تفاصیل سے تعلق رکھتی ہے۔

گزشتہ ایام سے میں جماعت کو یہ نصیحت کررہا ہوں کہ وہ اپنے اندر جرأت اور قربانی کا مادہ پیدا کریں۔ یہ بھی ایک مجمل لفظ ہے جس کی کئی تفاصیل ہیں۔ جرأت، بہادری اور قربانی بھی کئی رنگ کی ہوتی ہے۔ کئی لوگ ہوں گے جو مالی قربانی کیلئے تو تیار ہو جائیں گے مگر جانی کیلئے نہیں اور کئی جانی کیلئے تیار ہوں گے مگر مالی کیلئے نہیں۔ پھر کئی لوگ ہوں گے جو جرأت سے حکومت کا مقابلہ کریں گے مگر قوم کے مقابلہ میں کھڑے نہیں ہوسکیں گے۔ اگر وہ اپنی قوم میں کوئی نقص اور عیب دیکھیں تو اُس کو بیان کرنے سے ڈریں گے مگر حکومت کے مقابلہ میں بڑی بہادری دکھائیں گے۔ چنانچہ بعض لوگ چار چار پانچ پانچ بلکہ چھ چھ اور سات سات سال قید ہو جاتے ہیں اور پرواہ نہیں کرتے، لیکن جس بات میں وہ دیکھیں کہ ان کی قوم کے چند لوگ ناراض ہوتے ہیں اُس کے بارہ میں کہہ دیتے ہیں کہ اسے جانے دو۔ انہیں لاکھ سمجھاؤ کہ مذہب، صداقت، اخلاق اور انصاف یہی مطالبہ کرتا ہے مگر وہ یہی کہتے جائیں گے کہ قوم کے لیڈروں کا مقابلہ بہت مشکل ہے۔ وہ جیل خانہ میں کئی سال کاٹ لیں گے مگر اپنے چند ایک ہم مشرب لوگوں کی بُری رائے کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے۔ پھر بعض لوگ قوم کا مقابلہ بڑی دلیری سے کر لیتے ہیں۔ قوم کے لوگ انہیں لعنت ملامت کریں، بائیکاٹ کریں، تعلقات منقطع کرلیں، تو وہ ذرا پرواہ نہیں کریں گے لیکن اگر کوئی یہ کہہ دے کہ تمہارے متعلق ڈپٹی کمشنر کی یہ رائے ہے تو وہ جھٹ دَوڑے جائیں گے کہ حضور! یہ بات صحیح نہیں۔ حضور! جس طرح حکم دیں مَیں کرنے کو تیار ہوں۔ ان کے اندر بہادری کا مادہ بے شک ہوتا ہے مگر ساتھ ہی بُزدلی کا مادہ بھی ہوتا ہے۔ ایسے انسان کے اندر ایک قسم کی جرأت ہوتی ہے مگر ساتھ ہی ایک قسم کی بُزدلی بھی ہوتی ہے لیکن کامل بہادری یہ ہے کہ دونوں کا مقابلہ کرنے کیلئے انسان تیار ہو۔ حق کی خاطر قوم کا مقابلہ بھی کرسکے اور حکومت کا بھی۔ اگر قوم غلطی کرے تو وہ سچی بات پیش کرکے کہہ دیں کہ مانو یا نہ مانو حق بات یہی ہے اور حکومت اگر غلطی کرے تو بھی وہ حق بات پیش کرکے کہہ دیں کہ خواہ مانو یا نہ مانو حقیقت یہی ہے مگر کئی لوگ ایسا نہیں کرسکتے۔ بعض لوگ

ایسے ہوتے ہیں جو ماں باپ کے مقابلہ میں جرأت سے کام نہیں لے سکتے۔ ان کو حق کا علم بھی ہو جائے تو ناحق کو اِس لئے نہ چھوڑیں گے کہ ماں باپ ناراض نہ ہو جائیں۔ مجھے کئی ایسے لوگوں کا علم ہے جن پر احمدیت کی صداقت کھل چکی ہے مگر وہ اِسے اس لئے کُھلم کُھلا قبول نہیں کرتے کہ ماں باپ ناراض ہو جائیں گے۔ اُن سے جب کہا جائے کہ خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں بندوں کا یا ماں باپ کا ڈر یا محبت کیا چیز ہے؟ تو وہ کہیں گے یہ ٹھیک ہے مگر کیا کریں دل نہیں مانتا آپ اِس کو ہماری کمزوری سمجھ لیں مگر ہم ایسا کر نہیں سکتے۔ اور اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ان کے اندر جرأت کی وہ قسم نہیں ہوتی۔ پھر بعض لوگ بیویوں سے ڈرتے ہیں اور بعض بیویاں خاوندوں سے ڈرتی ہیں۔ اِسی طرح بعض ماں باپ اپنے بچوں سے ڈرتے ہیں۔

ٹرانسوال کی جنگ کے دنوں میں مَیں نے ایک مشہور جرنیل کی نسبت پڑھا کہ وہ بڑا بہادر اور نڈر ہے مگر چوہے کو دیکھ کر اس کی جان جاتی ہے۔ اگر کبھی اسے چوہا نظر آ جائے تو جھٹ اردلی کو بلائے گا اور رات بھر جاگتا رہے گا اسے نیند نہیں آئے گی۔ ایسے لوگوں کے اندر کوئی نہ کوئی رگ ایسی ہوتی ہے جس سے خوف داخل ہو جاتا ہے۔ دوسرے مواقع پر وہ جان کی پرواہ نہیں کریں گے۔ بندوقوں، توپوں اور تلواروں کے سامنے اپنے آپ کو ڈال دیں گے، دشمنوں کے ہجوم میں بِلا خوف چلے جائیں گے مگر کسی معمولی سی چیز سے ڈر جائیں گے۔ پس ہر چیز اور ہر خلق کی قِسمیں ہوتی ہیں اور مؤمن کامل کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ تمام قسموں کو مکمل کرے۔ ہر موقع پر اور ہر ہیبت والی چیز کے سامنے اپنے آپ کو دلیر بنائے۔ مؤمن کی بہادری ایسی کامل ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سِوا کسی سے نہیں ڈرتا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا بزدلی نہیں۔ صداقت کے خلاف چلنے سے خوف کھانا بُزدلی نہیں بہادری ہے۔ پس اس ہستی سے خوف کھانا جو ہمیشہ راستی پر ہوتی ہے بُزدلی نہیں کہلا سکتا کیونکہ اس سے خوف اپنی جان کی وجہ سے نہیں کھاتا بلکہ حق سے دور ہو جانے کے ڈر سے خوف کھاتا ہے۔ چونکہ مؤمن خدا تعالیٰ کے سِوا کسی کو ایسا نہیں سمجھتا وہ یقین رکھتا ہے کہ قوم، حکومت، افسر، ماتحت سب غلط بات کہہ سکتے ہیں اور غلطی کر سکتے ہیں مگر خدا تعالیٰ جو بات کہے وہ غلط نہیں ہو سکتی۔ پس وہ اللہ تعالیٰ سے اس لئے ڈرتا ہے کہ اس سے ڈرنا حق اور انصاف کا تقاضا ہے اور خدا تعالیٰ کے سِوا کسی اور سے نہیں ڈرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دوسرے سب لوگ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے

بات نہ کر رہے ہوں غلطی کر سکتے ہیں۔ پس جب ہم کہتے ہیں کہ کسی افسر سے نہ ڈرو تو اِس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اچھی بات بھی کہے تو بھی نہ مانو بلکہ اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ جب وہ غلط بات کہے تب اس کی پرواہ نہ کرو۔ اسی طرح جب کہا جاتا ہے کہ قوم کی پرواہ نہ کرو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ قوم کی سچی بات کو بھی نہ مانو اور کہہ دو کہ ہم بہادر ہیں اور قوم کی بات ماننا بُزدلی ہے۔ ایسا کرنا تو حماقت بلکہ ظلم ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قوم جب غلطی کرے تو اس کی بات نہ مانو اور جب اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس سے ڈرو تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غلطی کر ہی نہیں سکتا اُس سے ہر حالت میں ڈرنا چاہئے۔ پس جرأت کا مفہوم یہ ہے کہ جب دوسرا غلط بات کہے تو اس کی پرواہ نہ کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے چونکہ غلطی سرزد ہو ہی نہیں سکتی اس لئے اُس سے ڈرنا بُزدلی نہیں۔ بُزدلی صرف یہ ہے کہ حق اور انصاف کے تقاضا کو پورا نہ کیا جائے۔ غرض جس بزدلی کو ہم بُرا کہتے ہیں وہ اس مقام کے متعلق ہے جہاں غلطی، ناانصافی اور ظلم کا امکان ہو اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی باتوں کا وہم بھی نہیں ہو سکتا اس لئے صرف اُس کی ذات ہے جس سے ڈرنا بُزدلی نہیں بلکہ بہادری ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ کے سِوا کسی سے ڈرنا بُزدلی ہے اس لئے انسان کو تیار رہنا چاہئے کہ ان چیزوں کا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آتیں مقابلہ کرے۔ ہاں اگر اچھی بات کوئی کہے تو انسان تو انسان خواہ شیطان ہی کہے اسے ماننا چاہئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت لکھا ہے کہ ایک دفعہ اُن کی صبح کی نماز قضا ہو گئی وہ سوئے رہے اور وقت گزر گیا۔ دوسرے دن انہوں نے کشف دیکھا کہ کوئی شخص اُن کو جگا رہا ہے اُن کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک آدمی پاس کھڑا ہے۔ پوچھا کہ کون ہے؟ تو اُس نے کہا میں شیطان ہوں اور آپ کو نماز کیلئے جگاتا ہوں یہ حالت کشفی تھی۔ انہوں نے کہا کہ شیطان کا کام تو نماز سے روکنا ہے مگر تُو نماز کیلئے جگاتا ہے یہ کیا بات ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ بے شک میرا کام روکنا ہے مگر کل آپ نماز باجماعت سے رہ گئے تو آپ سارا دن روتے رہے اِس پر اللہ تعالیٰ نے کہا میرے بندے کو نماز رہ جانے کا اتنا قلق ہے اسے سَو نمازوں کا ثواب دے دیا جائے۔ اس پر میں نے خیال کیا کہ اگر آپ آج بھی سوئے رہے تو پھر سَو نمازوں کا ثواب لے لیں گے اس سے بہتر ہے کہ میں خود ہی جگاؤں تا ایک ہی نماز کا ثواب مل سکے [۱]۔ تو نیکی کی بات خواہ کوئی کہے اسے مان

لینا چاہئے یہ نہیں کہ کوئی شخص دیکھے کہ شیطان نماز کیلئے جگا رہا ہے تو کہہ دے کہ جا میں نماز نہیں پڑھتا۔

احادیث میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک صحابی نے ایک شخص کو رات کے وقت چوری کرتے ہوئے پکڑا۔ حالات ایسے تھے کہ وہ سمجھتے تھے کہ میں نے جسے پکڑا ہے وہ انسان نہیں اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایک بڑی اچھی بات بتاتا ہوں اور اُس نے آیت الکرسی بتائی۔ رسول کریم ﷺ کو جب اِس کا علم ہؤا تو آپ نے فرمایا کہ تھا تو وہ شیطان ہی مگر بات اُس نے بہت اچھی بتائی [۲]۔ تو بعض اوقات شیطان بھی اپنے مفاد کی خاطر اچھی بات بتا سکتا ہے۔ مگر کئی لوگوں کی طبیعت میں ایسی ضدّ اور ہٹ ہوتی ہے کہ دشمن اگر اچھی بات انہیں کہیں تو بھی نہیں مانتے۔ بعض اوقات دیکھا ہے کہ کسی کو نماز کیلئے جگایا جائے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ چل میں نماز نہیں پڑھتا بعد میں چاہے پڑھ ہی لے مگر منہ سے ضرور بے ادبی کے الفاظ بول دے گا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ چونکہ تم میرے دشمن ہو اس لئے تم اچھی بات بھی کہو گے تو نہیں مانوں گا حالانکہ اگر شیطان نیکی کی بات بتائے تو اس کا مطلب یہ ہؤا کہ بدی کا راستہ رُک گیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرا شیطان مسلمان ہو چکا ہے [۳]۔ تو یہ تو خوشی کی بات ہے کہ دشمن بھی فائدہ کی بات کہے۔

پس آپ لوگوں کو چاہئے کہ اچھی بات خواہ کسی کی طرف سے ہو اسے ماننے کیلئے تیار رہیں خواہ وہ حکومت کی طرف سے ہو خواہ رعایا کی طرف سے، خواہ افسر کی طرف سے ہو، خواہ ماتحت کی طرف سے، خواہ دشمن کی طرف سے ہو، خواہ دوست کی طرف سے اور جو بات اچھی نہ ہو اور حق کے خلاف ہو وہ خواہ کسی کی طرف سے ہو اُسے قطعاً نہ مانیں سوائے انبیاء اور صلحاء کے کہ وہ جو بات بھی کہیں اُس میں حق وصداقت ہوتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بعض اوقات اپنے بندے کے ہاتھ بن جاتا ہوں، اس کے کان، اس کی ناک، اس کی زبان بن جاتا ہوں [۴]۔ اور جو شخص ایسا ہو جائے وہ جو بات بھی کہے گا اچھی ہی کہے گا۔ جیسے مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی میں لکھا ہے کہ نَے جب بولتی ہے تو وہ اُس کی اپنی آواز نہیں ہوتی بلکہ اس کے پیچھے ہونٹ جس قسم کی آواز نکالتے ہیں

وہی اس سے نکلتی ہے۔ اِسی طرح جو خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اُس کی آواز خدا تعالیٰ کی آواز ہوتی ہے اور اُسے ماننا خدا تعالیٰ کی آواز کو ماننا ہوتا ہے۔ ان کے سِوا سب مخلوق غلطیاں کرسکتی ہے، ناحق اور ناانصافی کرسکتی ہے اس لئے آپ لوگوں کا فرض ہونا چاہئے کہ عقل سے کام لیں۔ اچھی بات کو مانیں اور بُری کو ردّ کر دیں مگر نہ ماننا بھی اسی اصل پر ہو جو قرآن کریم نے بتایا ہے۔ مثلاً ماں باپ اگر کہیں کہ شرک کرو تو ان کی بات نہ مانو مگر دوسرے امور میں اُن کی تابعداری اور احترام کرو۔ قرآن کریم میں حکم ہے کہ ماں باپ کو اُف تک نہ کہو۵۔ حتّٰی کہ اگر وہ شرک کی تعلیم دیں تو اسے نہ مانو مگر یہ حق پھر بھی نہیں کہ انہیں اُف کہو۔ پس نہ ماننے میں بھی وہ طریق اختیار کرو جو خدا تعالیٰ نے سکھایا ہے اور جو ادب واحترام کا طریق ہے۔

پس ہماری جماعت کو ہر قسم کے اخلاق سیکھنے چاہئیں۔ خصوصاً جرأت اور بہادری پیدا کرنی چاہئے۔ مثلاً موجودہ حالات ہی ہیں۔ چونکہ ہماری جماعت کی تربیت ایک خاص رنگ میں ہوئی ہے ہمارے دوست بعض باتوں میں گھبرا جاتے ہیں۔ حکومت کے ساتھ پہلے ہمارے معاملات اَور قسم کے تھے مگر اب حکومت کے ایک حصہ کا یا بعض افسروں کا رویہ بدل گیا ہے اور وہ ذاتی عداوتوں کی وجہ سے خواہ نخواہ ہمیں دِق کرتے ہیں۔ اگرچہ زمانہ بتا دے گا کہ وہ تمام طاقت اور قوت کے باوجود ناکام ہوں گے اور حکومت کے اعلیٰ افسروں کے سامنے ہی انہیں ذلیل ہونا پڑے گا مگر ابھی وہ زمانہ نہیں آیا۔ ابھی وہ اپنے ڈنڈے پر نازاں ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ ڈنڈا لوہے کو ٹیڑھا کرسکتا ہے مگر پانی کو نہیں کرسکتا، اور ہوا کو وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جو شخص ہوا میں ڈنڈا مارے گا وہ دوسری طرف آ کر اُس کے ہاتھ پر لگے گا۔ مؤمن کو اللہ تعالیٰ ہر قسم کی کثافتوں سے پاک کر دیتا اور پانی کی طرح لطیف بنا دیتا ہے اس لئے جو شخص ہم پر ڈنڈا مارتا ہے وہ دراصل اپنے آپ کو ہی مارتا ہے۔ اِس کی مثال اُس افیونی کی سی ہے جس کے متعلق کہتے ہیں کہ اُسے شبہ ہوا کہ اُس کے ہاں چور آتا ہے۔ ایک دن وہ ڈنڈا لے کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُسے پینک ۶ جو آئی تو اُس کا اپنا گھٹنا ہی سامنے آ گیا اُس نے زور سے اس پر ڈنڈا مارا اور جب درد ہوا تو کہنے لگا کمبخت! مار تو گیا ہے مگر اسے بھی خوب لگی ہے۔ تو جو حُکّام ہم پر حملہ کرتے ہیں ان کی حالت اُس افیونی کی سی ہے وہ ہمیں نہیں بلکہ اپنے آپ کو ہی مار رہے ہیں۔ ان کی مثال بالکل اُس شیخ چلی کی

سی ہے جو اُسی شاخ کو کاٹ رہا تھا جس پر بیٹھا تھا۔ درخت کے نیچے سے کوئی عقلمند گزرا تو اُس نے کہا بیوقوف! یہ کیا کررہا ہے؟ تو گِر جائے گا۔ اُس نے کہا جاؤ تم بڑے نبی آئے ہو۔ اُس نے کہا اِس میں نبوت کی تو کوئی بات نہیں یہ تو عام بات ہے کہ جس شاخ پر بیٹھے ہو اُسی کو کاٹ رہے ہو یہ کٹ کر گِرے گی تو ساتھ ہی تم بھی گِر جاؤ گے مگر اُس نے اُس کی بات نہ مانی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شاخ کٹ کر گری تو وہ بھی ساتھ ہی نیچے آ گِرا اور پھر جلدی سے اُٹھ کر پیچھے بھاگا کہ تم تو عالم الغیب ہو بتاؤ میں کب مروں گا؟ تو اِن افسروں کی مثال بھی شیخ چلی کی سی ہے وہ اس تنے کو کاٹ رہے ہیں جو ان کی اور ساری دنیا کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

انبیاء کو اللہ تعالیٰ ساری دنیا کی حفاظت کا ذریعہ بنا کر بھیجتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو بھی اللہ تعالیٰ نے حکومت اور پبلک دونوں کی حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ہی ذریعہ دنیا میں امن قائم کرے گا کیونکہ امن کی بنیاد اب اخلاق پر ہوگی اور جو اِس جماعت کو نقصان پہنچاتا ہے وہ دراصل اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے جب بھی حقیقی نقصان کا وقت آیا ہے ہم نے ان کی مدد کی ہے اور آئندہ بھی وہ دیکھیں گے کہ ان کے مصائب کو اُٹھانے کیلئے ہماری جماعت ہمیشہ تیار رہے گی۔ اِسی طرح ہندوستان میں اگر کبھی ہندوؤں یا سکھوں کیلئے حقیقی نقصان کا وقت آیا تو اُس وقت بھی احمدیہ جماعت ہی ان کے بچانے کا ذریعہ ہوگی۔ اور اگر کوئی وقت حکومت یا برطانوی قوم پر ایسا آیا تو اُس وقت بھی ہماری جماعت ہی ان کے بچانے کا ذریعہ ہوگی کیونکہ ہماری رشتہ داری بندوں سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے ہے اور ہم دنیا میں انصاف چاہتے ہیں۔ باوجودیکہ ہم مسلمان ہیں لیکن اگر کوئی وقت ایسا آئے کہ مسلمان، ہندوؤں یا سکھوں پر ظلم کریں تو اُس وقت احمدی مظلوم کا ہی ساتھ دیں گے۔ اور اگر رعایا حکومت پر ظلم کرے گی تو اُس وقت بھی ہم مظلوم کا ساتھ دیں گے اور دیتے رہے ہیں۔ نادان احراری ہمیں یہ طعنے دیتے ہیں کہ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم حکومت کے محافظ ہیں مگر باوجودیکہ بعض افسر ذاتی عداوتوں کی وجہ سے ہماری مخالفت کرتے ہیں اور اِس طرح حکومت سے بلکہ ملکِ معظّم سے غدّاری کررہے ہیں مگر پھر بھی اگر کبھی ایسا وقت آئے کہ حکومت پر رعایا ظلم کرے تو حکومت کا ساتھ دیں گے اور اگر حکومت رعایا پر ظلم کرے تو ہم رعایا کا ساتھ دیں گے۔

۱۹۲۷ء میں لاہور میں بعض سکھوں نے چند مسلمانوں کو جو نماز پڑھ کر مسجد سے نکل رہے تھے مار دیا۔ اِس پر بڑا شور ہؤا اور میں نے بھی اِس میں دلچسپی لی۔ اُس وقت لاہور کے کمشنر مسٹر لینگلے تھے انہوں نے مجھے چٹھی لکھی کہ گورنر صاحب کو آپ کی جماعت پر بڑا اعتماد تھا آپ نے اِس وقت کیوں ایسا روّیہ اختیار کیا ہے؟ میں نے انہیں جواب دیا کہ ہم نے کبھی بھی آپ کا ساتھ نہیں دیا بلکہ ہم ہمیشہ انصاف کا ساتھ دیتے رہے ہیں اور یہ حکومت پر کوئی احسان نہ تھا اور اب جو میں نے مسلمانوں کا ساتھ دیا ہے تو یہ ان پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ انصاف کی حمایت کر کے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ تو حکومت کی خیر خواہی کے یہ معنی نہیں کہ ہم قوم کے غدّار بنیں۔

میرا عقیدہ ہے کہ حکومت کی وفاداری اور قوم کی خیر خواہی دونوں جمع ہوسکتی ہیں پہلے بھی یہی عقیدہ تھا اور اب بھی یہی ہے کہ حکومت کی خیر خواہی کے معنی پبلک سے غدّاری کے نہیں اور اسی طرح پبلک کی خیر خواہی کے معنی یہ نہیں کہ حکومت سے غداری کی جائے اور جو ایسا سمجھتا ہے وہ بیوقوف ہے۔ اس لئے یہ صحیح ہے کہ حکومت کی حفاظت ہمارے ذریعہ سے ہے۔ میں یہ اب بھی کہتا ہوں اور کہتا رہوں گا مگر اِس کے یہ معنی نہیں کہ ہم ظلم کی حمایت کریں گے۔ بے شک حکومت کی بلکہ احرار کی اور دوسرے مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کی سب کی حفاظت ہمارے ذریعہ ہے۔ بظاہر یہ پاگل پن کی بات معلوم ہوتی ہے اور کوئی کہہ سکتا ہے کہ ''کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا'' مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ بیج ہمیشہ چھوٹا ہوتا ہے مگر اس سے بڑا درخت بن جاتا ہے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے اندر سے درخت نکل رہا ہے۔ بڑ کے بیج کو دیکھنے والا اسے ایک چھوٹا سا دانہ سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اِس نے کیا بڑھنا ہے مگر بیج جانتا ہے کہ اس کے اندر کس قدر بڑھنے کی طاقت ہے۔ بے شک اِس وقت ہم کمزور ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ ہم نے دنیا پر چھا جانا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ دنیا کی حفاظت ہمارے ذریعہ ہوگی۔ اگر ہم اس دعوے میں جھوٹے ہیں تو زمانہ اسے ظاہر کر دے گا اور اگر سچے ہیں تو بھی زمانہ ظاہر کر دے گا اور ظاہر کر بھی رہا ہے۔ ہماری جماعت پر پچاس سال کا عرصہ گزر چکا ہے اِس عرصہ میں ہماری کیا کیا مخالفتیں نہیں کی گئیں اور ہمارے خلاف کیا کیا شرارتیں نہیں ہوئیں مگر ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑھتے ہی جا رہے ہیں اور اگر کبھی نہیں بڑھتے تو یہ ہماری اپنی کمزوری ہوتی ہے جیسے دانے کے اپنے اندر اگر کوئی نقص ہو تو وہ نہیں بڑھے گا

اسی طرح ہم اپنی کمزوری کی وجہ سے اگر رُکیں تو رُکیں ورنہ خدا تعالیٰ نے ہمارے اندر بے انتہاء قابلیتیں رکھی ہیں۔ پس ہم حکومت کے بھی خیر خواہ ہیں اور رعایا کے بھی مگر بعض افسر ہماری بلا وجہ مخالفت کر رہے ہیں۔ اب انہوں نے پینترا بدلا ہے۔ پہلے انہوں نے بعض بیوقوفوں کو آلہ کار بنایا تھا مگر جب دیکھا کہ یہ بیوقوف تو ہمیں بھی بدنام کر رہے ہیں تو اب ایسا رویہ اختیار کیا ہے جو بظاہر زیادہ محتاط ہے مگر ظلم اب بھی موجود ہے اور مجھے اُمید ہے کہ جس طرح انہیں پہلے شکست ہوئی ہے اب بھی ہوگی کیونکہ ہمارا مدار تدابیر پر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ پر ہے۔

ایک دفعہ ایران کے بادشاہ نے گورنرِ یمن کو لکھا کہ رسول کریم ﷺ کو گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیج دیا جائے۔ گورنر نے بعض آدمی مدینہ میں بھیجے جنہوں نے جا کر کہا کہ ہمارے شہنشاہ کا ایسا حکم ہے۔ آپؐ نے انہیں فرمایا کہ ٹھہرو ہم دو تین دن تک جواب دیں گے۔ جب ایک دو دن گزر گئے تو انہوں نے کہا کہ دیر ٹھیک نہیں گورنر یمن نے کہا ہے کہ بادشاہ نے غلط خبروں کی بناء پر ایسا حکم دیا ہے آپ آ جائیں تو میں سفارش کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ ٹھہرو ہم جواب دیں گے۔ اگلے روز انہوں نے پھر ازراہِ نصیحت کہا کہ دیر اچھی نہیں بادشاہ بگڑ جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اپنے گورنر سے کہہ دو کہ ہمارے خدا نے اس کے خدا کو مار دیا ہے۔ انہوں نے پھر خیر خواہی کے طور پر کہا آپ انکار نہ کریں بادشاہ ناراض ہو گیا تو آپ کی ساری قوم کو تباہ کر دے گا مگر آپ نے فرمایا کہ بس جاؤ اور یہ جواب دے دو۔ وہ چلے گئے اور گورنر کو یہ جواب دے دیا۔ اُس نے کہا اچھا ہم دیکھیں گے اگر یہ بات ٹھیک نکلی تو یہ شخص سچا ہوگا۔ چند روز کے بعد ایک جہاز ایران سے آیا جس میں سے کچھ افسر نکلے اور انہوں نے گورنر کو ایک سربمہر لفافہ دیا۔ مُہر کو دیکھتے ہی گورنر نے کہا کہ مدینہ والے شخص کی بات سچی معلوم ہوتی ہے کیونکہ خط پر مُہر نئی تھی۔ جب اس نے لفافہ کھولا تو اُس میں لکھا تھا کہ ہمارا باپ ظالم تھا اِس لئے ہم نے اسے قتل کر کے زمامِ حکومت خود سنبھال لی ہے تم لوگوں سے ہماری وفاداری کا عہد لو۔ نیز ہمارے باپ نے مدینہ کے ایک شخص کے متعلق ایک ظالمانہ حکم دیا تھا ہم اسے بھی منسوخ کرتے ہیں ۔ پس جو جماعتیں خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لیتی ہیں وہ بندوں سے نہیں ڈرا کرتیں۔

حضرت مسیح ناصری کو صلیب پر لٹکانے والے کتنے خوش تھے کہ ہم نے عیسائیت کا خاتمہ

کر دیا مگر اِس پر آج انیس سَو سال گزر چکے ہیں اور وہ قوم آج بھی صلیب پر لٹکی ہوئی ہے اور اُسے کہیں پناہ نہیں ملتی۔ انگریزوں نے ان کیلئے فلسطین تلاش کیا مگر وہاں بھی مسلمان ان کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اور میں بھی سمجھتا ہوں کہ یہود کو فلسطین میں بسانا ظلم ہے جب بھی مسلمانوں کو طاقت ملی وہ اپنا حق ضرور واپس لیں گے اور ان کو نکال دیں گے تو اس قوم کو کہیں بھی امن نہیں۔ پہلے انگریزوں کے ملک میں انہیں امن تھا مگر اب ان میں بھی ایک ایسی قوم پیدا ہو رہی ہے جو یہود کو نکالنا چاہتی ہے۔ یہ فیسی اسٹ پارٹی ہے۔ فاسی ازم ایک تحریک ہے جس کی بنیاد مسولینی نے اٹلی میں رکھی تھی۔ انگریزوں کے ملک میں یہ جماعت ابھی زور والی نہیں مگر ترقی کر رہی ہے۔ درد صاحب گزشتہ ایام میں ان افسروں کے ظالمانہ رویہ کے سلسلہ میں جو ہمارے خلاف کارروائیاں کر رہے ہیں ان کے بعض لیڈروں سے بھی ملے تھے۔ دَورانِ ملاقات انہوں نے بتایا کہ ہمارا بھی جرمنی کے لوگوں کی طرح یہ خیال ہے کہ یہودیوں کو اپنے ملک میں نہ رہنے دیا جائے۔ غرض یہود نے سمجھا تھا کہ ہم نے مسیح کو صلیب پر لٹکا دیا مگر دراصل وہ یہودیت کو صلیب پر لٹکا رہے تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام تو تین گھنٹہ کے بعد صلیب سے اُتر آئے مگر یہود کو صلیب پر لٹکے ہوئے آج انیس سَو سال گزر گئے ہیں۔

پس ہمیں افسروں کی مخالفت کا ڈر نہیں وہ ہمیں نہیں بلکہ دراصل اپنے آپ کو تکالیف میں ڈال رہے ہیں اور وہ دن دُور نہیں جبکہ وہی حکومت جس کے دبدبہ اور گھمنڈ کی وجہ سے وہ ایسا کر رہے ہیں اِن کو گرفت کرے گی لیکن حالات ایسے ہیں کہ ہمارے آدمیوں کو بھی اِس سلسلہ میں بعض مشکلات میں سے گزرنا پڑے گا۔ ہماری جماعت حکومت سے تعاون کی عادی ہے اور اب ایک نئے رنگ کے تعاون کا سوال درپیش ہے اس لئے ایسا نہ ہو کہ وہ کسی پولیس والے کی شکل دیکھیں تو سمجھیں کہ یہ نئی قسم کا خطرہ ہے۔ اس رنگ میں بھی انہیں اپنے اندر بہادری پیدا کرنی چاہئے۔ اگر تم ناحق پر ہو تو کوئی پولیس والا آئے یا نہ آئے تمہیں چاہئے کہ اس سے ڈرو۔ ظلم اور جھوٹ بڑی خطرناک چیزیں ہیں اور وہ دل جس میں جھوٹ اور ظلم ہو کبھی نہیں پنپتا خواہ ساری دنیا اُس کی حمایت کرے اور اگر تم حق پر ہو تو خواہ حکومت اور کانگرس اور رعایا سب مل کر بھی تمہیں پکڑنا چاہیں تو مت ڈرو۔ اپنے اندر ہر قسم کی دلیری پیدا کرو جہاں بھی بے انصافی دیکھو اُس کا مقابلہ کرو

مگر محبت اور پیار سے۔ ظلم کا مقابلہ بھی پیار سے کرو۔ دیکھو! قرآن کریم نے اجازت دی ہے کہ جو لوگ تم پر ظلم کرتے ہیں اُن کا مقابلہ کرو مگر زیادتی کی اجازت نہیں دی۔ پس تم کسی چیز سے نہ ڈرو مگر ظلم کرنے سے ضرور ڈرو۔ اگر حکومت گرفت کرتی ہے تو مت ڈرو، اگر رعایا پکڑتی ہے تو مت ڈرو، اگر ماں باپ یا بیویاں یا اولاد تمہیں حق سے پھیرنا چاہتی ہے تو اِس کا مقابلہ کرو۔ غرض کسی خطرہ سے نہ ڈرو مگر خدا تعالیٰ کا خوف ہر وقت دل میں رکھو اور ہر وقت خیال رکھو کہ انصاف اور دیانت ہاتھ سے نہ جائے۔ بہت سے انسان ظلم کے مقابلہ میں ظلم کرتے ہیں مگر تم ظلم کا مقابلہ انصاف اور دیانت سے کرو۔ اپنے اندر بہادری پیدا کرو جو لوگ بہادر ہو جاتے ہیں وہ ضرور دنیا کو مغلوب کر کے رہتے ہیں اور بہادری کے ساتھ اگر ایمان بھی ہو تو دیکھنے والا کانپ جاتا ہے۔

ایک جنگ کے بعد رسول کریم ﷺ کو قتل کرنے کی غرض سے ایک شخص اسلامی لشکر کے پیچھے پیچھے بڑی دُور تک چلا آیا۔ صحابہ ایک جگہ آرام کرنے کیلئے لیٹے تو انہوں نے غلطی سے رسول کریم ﷺ کیلئے پہرہ کا کوئی انتظام نہ کیا اور خیال کیا کہ تھوڑی دیر ٹھہرنا ہے اور اِس جنگل میں کون حملہ کرنے آئے گا؟ رسول کریم ﷺ بھی ایک درخت کے نیچے سو گئے وہ دشمن آیا اور آپ ہی کی تلوار جو درخت سے لٹک رہی تھی اُتار کر اُس نے آپ کو جگایا اور پوچھا کہ اب تمہیں کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے سادگی سے فرمایا **اللّٰہ**[۸] اور اِس بہادرانہ ایمانی رنگ کا اُس پر ایسا اثر ہؤا کہ اُس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ آپ نے اُسے اُٹھایا اور پوچھا اب تمہیں کون بچا سکتا ہے؟ اس نے کہا آپ ہی رحم کریں تو کریں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں اللہ تعالیٰ ہی بچا سکتا ہے جاؤ چلے جاؤ۔

تو بہادری اور ایمان بڑا رُعب پیدا کر دیتے ہیں۔ پس یہ دونوں چیزیں اپنے اندر پیدا کرو کہ یہ دونوں جس کے اندر جمع ہو جائیں اس کے سامنے تمام دنیا کی طاقتیں خس و خاشاک کی مانند بہتی چلی جاتی ہیں اور جس طرح آندھی کے آگے تنکے اُڑتے پھرتے ہیں یہی حالت تمام طاقتوں کی اُس کے آگے ہوتی ہے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہیں خدا تعالیٰ نے کس لئے پیدا کیا ہے۔ کسی پر ظلم نہ کرو اور جتنی طاقت ملتی جائے ثمر ور درخت کی طرح اتنے ہی جھکتے جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اِسی لئے پیدا کیا ہے۔ اور اگر اِس غرض کو تم پورا نہیں کر سکتے تو جس طرح پہلے لوگ اس کی لعنت کے مورد ہو گئے اسی طرح تم ہو گے۔ پس اپنے دلوں میں عہد کرو کہ خدا تعالیٰ تمہیں

جتنی طاقت دے گا اُتنا ہی دنیا میں عدل و انصاف قائم کرو گے اور اگر تم ایسا کرلو تو پھر تم دنیا میں چلتے پھرتے فرشتے بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کی رحمتیں اور نصرتیں ناک، کان اور آنکھ کی طرح جو باہر سے نہیں آتیں بلکہ اندر سے ہی پیدا ہوتی ہیں تمہارے اندر گھر کرلیں گی اور ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گی۔

(الفضل ۱۰ ؍مارچ ۱۹۳۶ء)

۱؎ الہام منظوم دفتر دوم صفحہ ۲۸۴

۲؎

۳؎ مسلم کتاب صفات المنافقین باب تحریش الشیطان (الخ)

۴؎ بخاری کتاب الرقاق باب التواضع

۵؎ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ (بنی اسرائیل:۲۴)

۶؎ پینک: افیون یا پوست کی اونگھ

۷؎ تاریخ طبری الجزء الثالث صفحہ ۲۴۷ تا ۲۴۹ مطبوعہ بیروت ۱۹۸۷ء

۸؎ بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع